OPEN ACCESS
Al-Tansheet
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2959-4367
ISSN (online): 2959-1473
www.altansheet.com

Al-Tansheet
Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2024 PP: 38-48

اجماع پر عصرِ حاضر کے جدید شبہات اور ممکنہ عملی صورتیں ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of modern objections on consensus and Possible Practices on Ijma

Published: 25-06-2024
Accepted: 12-06-2024
Received: 05-05-2024

Muhammad Idrees
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: idreesoghi@gmail.com

Haris Hanif
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: ibnulhanif7@gmail.com

Sayda Zenab Batool Qadri
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: syedazenab200@gmail.com

Abstract

Ijma is an important source according to the research opinion of Sharia، Ijma is said to be agreed upon by the mujtahids of the Ummah of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) after his death. Ijma gained the status of a formal argument in the 3rd century AD. Like other arguments, Ijma also faced opposition and objection from the beginning, this process started with the Mu'tazila system, and it continues till the present day. The doubts of the deniers are included in a new paragraph The nature of these doubts is an important task to assess their status. For this task, finding the objections of the deniers from their primary sources such as Dr. Javed Ahmed Ghamdi's book Maqamat and Dr. Rashid Shaz's book The Right Place of Fiqh in Islam will be done from there. Similarly, if the modern deniers spread their views through writing and speech on various occasions, their writing and speech will also be used. To review their modern doubts and present their answers and solutions and to restore the position of consensus and to bring out the possible practical forms of consensus in the present era. These are the main goals of this article.

Keywords: *Modern Objections on consensus, Modern answers, Practical forms of consensus.*

CC BY

تمہید

اجماع مصادرِ شرعیہ کا ایک اہم رکن ہے جب تک آپ ﷺ حیات تھے آپ تنہا مرجع شریعت تھے آپ معصوم عن الخطا تھے آپ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کی عصمت امت کے اتفاق کی شکل میں موجود ہے جو دراصل امت اور صاحبِ امت کا اعزاز ہے اجماع کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اسلام کی اس ابتداء آپ ﷺ کے دور سے ہوتی ہے لیکن آپ ﷺ کے دور میں منعقد ہونے والے اجماع کو تقریر کہتے ہیں جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کنا نعزل والقرآن ینزل حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عزل کیا کرتے تھے اگر یہ ناجائز ہوتا تو نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس پر نکیر کی جاتی لیکن آپ ﷺ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ کریم میں نکیر سامنے نہیں آئی جو اس کے جواز کی دلیل ہے یہاں حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے عزل کے جواز پر استدلال اجماع سے کیا ہے اجماع کو ماخذ کی حیثیت تیسری صدی میں حاصل ہوئی لیکن ابتداء ہی سے دیگر دلائل کی طرح اجماع کو بھی مخالفت ورد کا سامنا رہا نظام معتزلی سے شروع ہونے والا سلسلہ آج تک جاری ہے حتی کہ دورِ جدید میں اجماع پر شبہات واعتراضات نے ایک نیا رخ واسلوب اختیار کر لیا ہے جو متقدمین منکرین سے مختلف ہے اگرچہ کچھ مواقع میں ان کے درمیان توافق ہے لیکن جس میں پیرائے میں جدید منکرین شبہات وارد کرتے ہیں وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کے شبہات کو دورِ جدید کے طرز تخاطب اور اصولوں کو مد نظر رکھ دیکھا جائے اور اجماع کی ممکنہ عملی شکلوں کو سامنے لایا جائے اس آرٹیکل میں ان باتوں کو سامنے رکھ کر جدید شبہات کا جائزہ لیا جائے گا-

بنیادی سوالات:

اس آرٹیکل کے بنیادی سوالات ذیل ہیں۔

۱۔ عصرِ حاضر کے جدید شبہات واعتراضات کیا ہیں ؟

۲ جدید شبہات کی نوعیت وجوابات کیا ہیں؟

۳۔ موجودہ دور میں اجماع کی ممکنہ عملی صورتیں کیا ہیں؟

اجماع کا تعارف

اجماع کی لغوی تعریف :

اجماع مصدر باب اِفعال اجمع کا لغتِ عرب میں اس کا استعمال دو معانی کے لئے ہوا ہے۔

معنی اول:

پختہ ارادہ اجماع کا اس معنی میں استعمال عام ہے اس معنی میں قرانِ کریم حدیثِ نبوی اور لغتِ عرب میں اس کا استعمال ہوا ہے قران کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَأَجۡمِعُواْ كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ٱئۡتُواْ صَفّٗا۔۱

ترجمہ: اے لوگو پختہ تدبیر کر کے اکٹھے ہو کر آؤ

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له۲

ترجمہ: جس شخص نے روزہ کا پختہ ارادہ فجر سے قبل نہ کیا تو آپ ﷺ کا فرمان ہے اس کا سرے سے روزہ ہی نہ ہو گا۔

لغتِ عرب میں بھی اجماع عزمِ مصمم کے معنیٰ میں مستعمل ہے مشہور لغوی زین الدین محمد ابن ابی بکر الرازی نے مختار الصحاح میں لکھا ہے کہ اجماع کا معنیٰ پختہ ارادہ ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے:

اجمع الامر علی کذا وَالْأَمْرُ (مُجْمَعٌ) وَيُقَالُ أَيْضًا: أَجْمِعْ أَمْرَكَ وَلَا تَدَعْهُ مُنْتَشِرًا. کذا

جب آپ کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیں ان تینوں استعمال سے پتہ چلا اجماع کا استعمال عزمِ مصمم کے معنی میں عام ہے۔۳

معنیٰ دوم:

دوسرا معنی جس میں اجماع مستعمل ہے وہ اتفاق ہے اور اس معنی میں اس کا استعمال کثیر ہے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان امتی لا تجتمع علی ضلالة فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد۔۴

اس جگہ اجماع کو اتفاق کے معنی میں لیا گیا ہے اس کے علاوہ لغتِ عرب میں بھی اس معنی میں مختلف ماہرین نے لیا ہے جیسے امام راغب اصفہانی نے المفردات فی غریب القران میں لکھا ہے اجمع المسلمون علی کذا جب مسلمان کسی بات پر اتفاق کر لیں تو اس وقت یہ جملہ بولا جاتا ہے۔۵

اصطلاحی تعریف:

اجماع کی سب سے جامع تعریف علامہ ابن سبکی نے کی ہے۔۶

"ہوا اتفاق مجتهد الامه بعد وفاة النبی علی ای امر کان"

ابن سبکی فرماتے ہیں کہ اجماع کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امت کے وہ لوگ جن کے اندر اجتہاد کی اہلیت وصلاحیت پائی جاتی ہے وہ کسی بھی زمانے میں کسی بھی امر پر اتفاق کر لیں وہ اجماع ہے یہ ایک جامع تعریف ہے جس میں کئی امور کو مدِ نظر رکھا گیا ہے جو لوگ اجماع کو کسی خاص زمانے یا خاص لوگوں تک محدود کرتے ہیں ان کی نفی کی گئی ہے بلکہ جو لوگ اجتہاد کے اہل ہیں اجماع انہی کا معتبر ہو گا۔

اجماع کا کردار:

اسلام ایک ابدی دین ہے قیامت تک انسانیت کی رہنمائی اس میں موجود ہے جس دین میں اس قدر وسعت ہو اس کے لئے بدیہی طور پر ایسی دلیل کا ہونا فطری امر ہے جو مرورِ زمانہ کے ساتھ ترجیحات وضروریات کا تعین کر سکے اور یہ کام اجماع روزِ اول سے کر رہا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔۷

جو کتاب اپنے احکام کے ابدی ہونے کا اور تمام بنی نوعِ انسان کے لئے وسعتِ دامن کا اعلان کرے تو یقینا اس کے احکام

دائمی ہوں گے ہر زمانے میں اس پر عمل کرنا سہل ہو گا اس دین میں ایسی گنجائش بھی ہو گی جو مشکل حالات میں قابلِ عمل حل نکالے اور تغیر پذیر دنیا اور معاشرے کی ضروریات کو پورا کرے اگر ایسا نہ ہو گا تو دین جمود اور تنگی کا شکار ہو گا اس کی جامعیت وابدیت پر سوالات اٹھیں گے اور اجماع ہی ایک ایسی دلیل ہے جو ان تمام تقاضوں پر پورا اترتی ہے شریعت کے تحفظ وبقا میں اجماع کا بڑا اکردار ہے۔

قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں !احوال ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں حال کا معنیٰ ہے "ماحال فقد زال" حال تو بدلنے ہی لئے آیا ہے اصلِ فطرت اپنی جگہ اٹل رہتے ہیں البتہ ان شرعی اصولوں میں اتنی وسعت ہوتی ہے کہ وہ ہر بدلتی ہوئی حالت میں وقت کی مناسب رہنمائی کر سکیں اجماع ایسے اصول فراہم کرتا ہے جو معاشرے کے دوام وبقا کا باعث بنتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں اجماع کا طریقہ کار اور اس کی ممکنہ عملی صورتیں:

اجماع ہر دور میں شریعت کا اہم ماخذ رہا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں اجماع کا طریقہ کار اور اس کی ممکنہ عملی صورتیں کیا ہو سکتی ہیں دراصل اس کا انحصار ہر دور کے معروضی حالات اور تقاضوں پر ہوتا ہے اس لئے اجماع کے لئے کسی متعین طریق کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہر زمانے کے اہلِ حل وعقد اس کے لئے جہت وسمت خود متعین کریں گے اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے موجودہ دور میں درج ذیل طریقہ کار وصورتیں قائم کی گئی ہیں۔

مجمع الفقہ الاسلامی:

عالمِ اسلام کے ممتاز فقہاء کرام کا ایک پلیٹ فارم ہے جو جید فقہاء کرام پر مشتمل ہے یہ اکیڈمی دراصل اجماع کے طریقہ کار اور قابلِ عمل صورت پیش کرنے کا بہترین مرکز ہے اسکی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر ڈاکٹر عبد الکریم زیدان فرماتے ہیں "اجماع صحت واعتبار کے لحاظ سے ایک اہم ماخذ ہے موجودہ دور میں شرعی احکام معلوم کرنے کا راستہ ہے اور یہ کام مجمع فقہی کے ایجاد کے بغیر ممکن نہیں ہے "۸

جون ۱۹۸۳ء اسلامی ممالک کے اشتراک سے اس کا وجود باقاعدہ تشکیل پایا اور آج تک اس کے کئی اہم اجلاس ہو چکے ہیں اور امت کو نئے پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی فراہم کر چکا ہے۔

مجمع البحوث الاسلامیہ:

اسلامی ممالک میں افتاء وقانون سازی پر مختلف شکلوں میں کام ہو رہا ہے اور اس مقصد کے لئے مختلف ممالک نے ادرے بھی تشکیل دیئے ہیں جیسے سعودی عرب نے رابطہ العالم الاسلامی پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل لیکن یہ کام ان ممالک تک محدود ہے ضرورت اس امر کی ہے ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس میں تمام ممالک کے فقہاواہلِ اجتہاد شامل بھی ہوں مجمع البحوث الاسلامیہ کے تحت یہ ادرے قائم کئے جائیں اور ان کا کام پوری دنیا تک پھیلا یا جائے جیسے مصر میں جامعہ ازہر کے تحت یہ ادارہ قائم ہوا ہے جس میں مختلف فقہی مذاہب کے مطابق قانون سازی ہوتی ہے اور نئے پیش آمدہ مسائل میں اجماع واتفاق سے شرعی جہت متعین کی جاتی ہے۔

مجلسِ قانون ساز:

اجماع کی عصرِ حاضر میں ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اجماع کو فقہی مذاہب کے انفرادی نمائندوں سے لے کر ایک مستقل مجلسِ قانون ساز کے سپرد کیا جائے اور پوری دنیا سے اس کام کے لئے ماہر لوگوں کی خدمات لی جائیں جدید مسائل پر جب یہ ادارہ غور وخوض کرے گا تو اس کو امتِ مسلمہ کی تائید بھی حاصل ہو گی اور ان کو ادارہ اجماع کی حیثیت حاصل ہو گی۔

مجلسِ شوریٰ کا قیام:

موجودہ زمانہ میں اجماع کا کام مجلسِ شوریٰ قائم کر کے بھی لیا جا سکتا ہے اس کی مثال ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دور میں بھی ملتی ہے جہاں عمومی اور خصوصی مجلسِ شوریٰ ہوا کرتی تھیں خصوصی مجلسِ شوریٰ میں اکابر صحابہ اور عمومی میں مختلف قبائل شامل ہوا کرتے تھے تو اس طرح عصرِ حاضر میں ایسی مجالس کے قیام سے اجماع کا کام لیا جا سکتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ان مجالس کے ارکان ایسے لوگ ہوں جو فقہی بصیرت رکھتے ہوں

بین الاقوامی اسلامی قانونی مشن:

عالمی حالات وواقعات کے تناظر میں اجماع کے لئے ایک ایسے ادارے کا قیام ناگزیر ہے جو عالمِ اسلام کی ضرورت پوری کرے جو اس طرح کے کمیشن کے ذریعہ کی جا سکتی ہیں عہدِ حاضر کے مسائل میں اس کمیشن کا بڑا کردار ہو گا جس میں عالمِ اسلام کے نمایاں محققین کو شامل کیا جائے جیسے کہ اس بات کی طرف ''فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء'' میں توجہ دلائی گئی ہے۔۹

ماہر علماء کا بورڈ:

عصرِ حاضر میں اجماع کا کام علماء کے بورڈ کے قیام کی صورت میں بھی لیا جا سکتا ہے پوری دنیا سے اہل بصیرت علماء کو اس کا حصہ بنایا جائے اس کے ساتھ اس بورڈ کا حصہ علومِ عصریہ کے ماہرین بھی ہوں جو عصری مسائل کا شعور رکھنے کے ساتھ اس کے شرعی حل پیش کرنے کا جذبہ وشوق بھی رکھتے ہوں اس طرح جدید مسائل کے حل میں بڑی آسانی ہو گی۔

حج:

خلفائے راشدین کے زمانے میں ایام حج کو دیگر امورِ شرعیہ کے لئے مشاورت کے موقع کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا گورنر اور قضاۃ سے مشاورت اور ان کا احتساب بھی اس موقع پر کیا جاتا تھا اس کے علاوہ دینی سیاسی اور اقتصادی مشاورت بھی اس موقع پر کی جاتی تھی اس لئے دورِ حاضر میں اس موقع کو قضایا جدیدہ کے حل کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ اجماع کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم کا کام دے سکتا ہے مولانا تقی امینی نے لکھا ہے!

''حج قدرتی طور پر ایک ایسا اجتماع ہے کہ اس کو منظم شکل دے کر ہر زمانے میں اس سے بڑے فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں لیکن بد قسمتی سے بعد کے زمانے میں اس کی یہ حیثیت فراموش ہو گئی'' لہٰذا اگر آج اس پر غور کیا جائے تو بہت سارے شرعی حوائج میں اس موقع کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔۱۰

رابطہ عالم اسلامی اور اسلامی سیکر ٹیریٹ:

عالمِ اسلام اس وقت جس طرح مختلف مسائل وتنازعات کا شکار ہے شاید اس سے قبل ایسا موقع پیش نہ آیا ہو مسلمان داخلی

وبیرونی انتشار کا شکار ہیں عالمِ اسلام میں دو دارے ایسے ہیں جو کسی نہ کسی حد تک اجتماعیت کا سبب بن سکتے ہیں ان میں سے ایک رابطہ عالمِ اسلامی جو ایک علمی اور ثقافتی ادارہ ہے اس کو مزید وسعت دے کر اس سے اجماعِ فقہی کا کام بھی لیا جاسکتا ہے دوسرا ادارہ اسلامی سکسیٹیریٹ ہے جو ایک سیاسی ادارہ ہے مگر اس سے اجماع کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت:

اجتماعی اجتہاد کا ایک جدید ادراہ وفاقی شرعی عدالت بھی ہے پاکستان میں اس کو شرعی معاملات میں سپریم کورٹ کے مساوی حیثیت حاصل ہے اگرچہ اس کا بنیادی کام مختلف فیصلوں کی شرعی حیثیت اور رہنمائی ہے لیکن امورِ جدیدہ میں اس کو بطورِ پلیٹ فارم کے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور نئے امور میں اسکے فیصلوں کی تائید فقہاء کرام سے کروا کر ان کو شرعی حیثیت دی جاسکتی ہے اصولی طور پر اس عدالت کے ججوں کے لئے ان اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے جو ایک مجتہد کے ہیں اور فقاہت وفراست کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں لہٰذا پاکستان کی حد تک یہ ادارہ اجماع کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم کا کام دے سکتا ہے۔

جدید شبہات واعتراضات اور ان کے جوابات:

عصرِ حاضر میں اجماع پر جو شبہات واعتراضات کئے جاتے ہیں ان کی نوعیت اور جہتِ اعتراض قدیم منکرین سے تھوڑی مختلف ہے اس لئے ان کے اعتراضات کی تنقیح وتہذیب اور جوابات وقت کے لحاظ سے ضروری ہیں۔

اعتراض اول:

عصرِ حاضر میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اجماع کی اصطلاح ہی فقہاء کے مابین متنازع فیہ ہے تو دلیل کیوں کر بن سکتی ہے جیسے کہ ڈاکٹر راشد شاز کہتے ہیں!

"اجماع الکتاب اور سنت کی طرح فقہاء کے مابین ایک متنازع فیہ اصطلاح ہے" فاضل موصوف اپنے کلام میں دیکھا جائے بادیٔ النظر میں اجماع ہی نہیں بلکہ کتاب وسنت کو بھی متنازع فیہ قرار دے رہے ہیں۔11

جواب:

فاضل مصنف کا یہ اعتراض ان کی ذہنی سطح کی عکاسی کرتا ہے آپ نے الکتاب اور سنت کی اصطلاح کے اختلاف کو دلیل بنایا اس بات پر کہ جب فقہاء کے مابین ان بنیادی ذرائع کی اصطلاحی تعبیر میں اتفاق نہیں ہوسکا تو اجماع میں کیسے اتفاق ہوسکتا ہے اور جس دلیل کی تعبیر وتعیین میں اختلاف ہو وہ دلیل کیسے بن سکتی ہے بظاہر ان کی بات عام لوگوں کے لئے بڑی مسحور کن ہے کہ عام آدمی اور جس کو رسوخ فی العلم نہ ہو وہ اس کو سنتے ہی اول وہلہ میں یہی سمجھے گا جب فقہاء کے مابین ایک بات خود متنازع ہے وہ دلیل کیسے بن سکتی ہے اور انہوں نے اس اختلافِ اصطلاح کو بنیاد بنایا اجماع کے حجیت کی صلاحیت نہ ہونے پر اس میں بنیادی طور پر تین باتیں ہیں۔

پہلی بات: اس بات کی خود فاضل مصنف کے پاس کوئی توجیہ نہیں ہے کہ تعبیر اور اصطلاح کے اختلاف سے مسئلہ متنازع فیہ بن جاتی ہے اگر اس بات کو درست مان لیا جائے تو بہت سے شرعی احکام جن کی تعبیرات میں اختلاف ہے ان کا وجود ختم ہو جائے گا اس لئے ان کی بات انتہائی ضعیف ہے۔

دوسری بات:

اگر ان کی بات کو درست مان لیا جائے تو اس سے بقول فاضل مصنف قرآن وسنت کی حیثیت بھی متنازع فیہ ہو کر قابلِ حجت نہیں۔ رہے گی جو بذاتِ خود ایک بہت بڑا مفسدہ ہے لہٰذا اس قول کا بطلان واضح ہے۔

تیسری بات:

اصطلاحات کا اختلاف محدود کی توضیح کے لئے ہوا کرتا ہے جو قابلِ محمود ہے ایک معرف اپنے طور پر محدود کی حد بیان کرتا ہے تو دوسرا اس میں جامعیت و مانعیت کے لحاظ سے کمی پا کر دوسری جہت سے وضاحت کرتا ہے مقصود دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے معرف کی وضاحت وتوضیح اسی وجہ سے کہا جاتا ہے" لامشاحۃ فی الاصطلاحات"

مثال ودلیل:

وقال وليّ الله الدهلويّ في الفوز الكبير:من المواضع الصعبة في فن التفسير التي ساحتها واسعة جدّا، والاختلاف فيها كثير، معرفة الناسخ والمنسوخ، وأقوى الوجوه الصعبة اختلاف اصطلاح المتقدمين والمتأخرين، وما علم في هذا الباب، من استقراء كلام الصحابة والتابعين، أنهم كانوا يستعملون النسخ بإزاء المعنى اللغويّ الذي هو إزالة شيء بشيء، لا بإزاء مصطلح الأصوليين. فمعنى النسخ عندهم إزالة بعض الأوصاف من الآية بآية أخرى، إما بانتهاء مدة العمل، أو بصرف الكلام عن المعنى المتبادر إلى غير المتبادر، أو بيان كون قيد من القيود اتفاقيا، أو تخصيص عام، أو بيان الفارق بين المنصوص وما قيس عليه ظاهرا، أو إزالة عادة الجاهلية، أو الشريعة السابقة، فاتسع باب النسخ عندهم وكثر جولان العقل هنالك، واتسعت دائرة الاختلاف. ولهذا بلغ عدد الآيات المنسوخة خمسمائة:١٢

جمال الدین قاسمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے کہ ناسخ اور منسوخ کی بحث کی پیچیدگی کی بنیاد در اصل متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحِ نسخ کا اختلاف ہے(۱۳) جس کی وجہ سے جہاں ایک طرف نسخ میں وسعت آئی تو دوسری طرف نسخ میں تضیق پیدا ہوا جس سے منسوخ آیات کی تعداد میں کمی آئی لیکن اس اختلاف کی وجہ سے ایسا نہیں ہوا کہ نسخ کے موضوع کو سرے سے متنازع قرار دے کر ختم کر دیا جائے ورنہ قرآنِ کریم کے بارے میں ایک بہت بڑا سوالیہ نشان کھڑا ہو گا یہ ایک نظیر ہے اس بات کی کہ اختلافِ اصطلاح کوئی مضر نہیں اسی طرح شریعتِ اسلامیہ میں اختلافِ اصطلاح کی کثرت ہے لہٰذا اس کو کسی بھی چیز کے وجود کے خاتمے کی دلیل بنانا بعید از عقل وقیاس ہے۔

اعتراضِ دوم: منکرینِ اجماع کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اجماع نام ہے کسی غیر منصوص مسئلہ میں امر ربی تک پہنچنے کا امر ربی کی معرفت میں جمہور کی یا علماء کی حمایت واتفاق کی کیا ضرورت ہے اس بات کو مشہور منکرِ اجماع راشد شاز نے نقل کیا ہے۔۱۴

جواب:

انکارِ اجماع کے لئے یہ بڑی کمزور دلیل ہے کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ میں جابجا جماعت اور علماء کے ساتھ نصرت وتوفیقِ الٰہی کا ثبوت موجود ہے جیسے قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء : ۱۵

جو جماعت خشیتِ الٰہی سے متصف ہو وہ قرب الی اللہ رکھتی ہے لہٰذا وہ جماعت مشیتِ خداوندی کو دوسروں سے زیادہ سمجھنے کا حق رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نصرت وتائید کا وعدہ ہے اور مومنین متقین کی جو صفات قرآن کریم میں بیان کی ہیں جو لوگ ان کے ساتھ متصف ہیں وہ زیادہ اس بات کے لائق ہیں کہ امر ربی کو با آسانی معلوم کر سکیں تقویٰ اور طہارت کی بنیاد پر مراتب کی تقسیم خود شریعت نے کی ہے اور اجماع میں مجمعین کے لئے ان تمام باتوں کو لازمی قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ امرِ ربی کے معلوم کرنے میں اتفاقِ علماء اور حمایتِ علماء کا کیا کردار ہے در اصل ان نصوص سے روگردانی ہے جن میں ان اوصاف کے حاملین کو ایک جداگانہ حیثیت دی گئی ہے لہٰذا عام مسلمان کی اہمیت اور شعور اپنی جگہ مگر جمہور علماء جو علم کے ساتھ ان اوصاف سے بھی متصف ہوں وہ اس قابل ہیں کہ کسی غیر منصوص مسئلہ میں کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر اپنی فقہی بصیرت کی روشنی میں کسی حل تک پہنچ جائیں۔

اعتراض سوم:

مشہور مفکر وحید الدین خان کے بارے میں جاوید احمد غامدی اپنی کتاب مقامات میں لکھتے ہیں (۱۶) ان کا قول ہے کہ اجماع کو شریعت کا مستقل مصدر قرار دینا بدعت ہے ہاں وقتی کسی پیش آمدہ مسئلے کا حل تو ہو سکتا ہے مگر مستقل مصدر نہیں بن سکتا یہ بعد کے لوگوں کی اپنی اختراع ہے جو مذموم مقاصد کے لئے کی گئی ہے۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے تکمیلِ دین کا اعلان فرمایا ہے!

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا " ۱۷

تکمیلِ دین آپ ﷺ کی ذات اور قرآن سے ہے کسی تیسری چیز کو مصدر ماننا اس آیت کو جھٹلانا ہے لہٰذا اجماع کو مصدرِ شریعت نہیں قرار دیا جاسکتا۔

جواب:

اس اعتراض کے جواب میں تین باتیں ہیں۔

پہلی بات: موصوف کا یہ اعتراض کئی تضادات کا مجموعہ ہے اس میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کی اجماع وقتی پیش آمدہ مسائل کا حل ہے تو اگر ان سے پوچھا جائے کہ کس بنیاد پر یہ مفروضہ قائم کیا گیا ہے اس کی ان کے پاس کوئی توجیہ نہیں ہو گی تو جس بنیاد پر وقتی طور پر اس کی حجیت کو تسلیم کیا گیا ہے تو ہم اسی بنیاد پر اس کی دائمی حجیت کے قائل ہیں۔

دوسری بات: اجماع کی حجیت کے جو دلائل ہیں وہ مستقل حجیت پر دلالت کرتے ہیں اور عمومی ہیں کسی خاص وقت اور زمانے کے ساتھ مقید نہیں ہیں جیسے کہ حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے ا

"ان أمتي لا تجتمع على ضلالة، فإذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم"۱۸

اس روایت میں آپ ﷺ نے واضح طور پر ہمیشہ کے لئے یہ بات ارشاد فرمائی کہ میری امت کبھی بھی گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی ان کا اتفاق جس بات پر ہو وہ لازماً حق ہو گا اس میں وقتی طور پر ان کے راہِ راست پر ہونے کی نہیں بلکہ دائمی خوبی کے طور

پر بیان کی گی ہے جو اس امت کا اعزاز ہے۔

تیسری بات: اس اعتراض میں یہ کہا گیا ہے کہ مستقل مصدر ماننا بدعت ہے اب قابلِ وضاحت امر یہ ہے کہ مستقل مصدر سے کیا مراد ہے اگر مستقل مصدر سے مراد قرآن وسنت کے مساوی مصدر ہے تو اس کا کوئی بھی قائل نہیں کیوں کہ اصولیین اس کو ثانوی مصدر مانتے ہیں جب تک مصادرِ اصلیہ میں حل موجود ہو اس وقت تک اجماع کا قیام اور اس کی طرف رجوع نہیں۔ کیا جا سکتا اور اگر مستقل مصدر سے مراد یہ ہو کہ جس کی اپنی جداگانہ حیثیت ہو قرآن وسنت سے اس کا کوئی تعلق ونسبت نہ ہو یہ بھی صریح خطا اور غلط فہمی ہے کیوں کہ اصولیین اس اجماع کی بات کرتے ہیں جس کا استناد قرآن وسنت کی طرف ہو جب ہم یہ بات کرتے ہیں کہ اجماع حجت ہے اس سے ہماری مراد وہ اجماع ہوتا ہے جو مستند الی النص ہو اس بات کو حسن بن محمد العطار نے حاشیۃ العطار علیٰ شرح الجلال المحلی علیٰ جمع الجوامع میں نقل کیا ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ اجماع معتبر ہو گا جو مستند الی النص ہو، ۱۹

اور اسی بات کو امام ابنِ تیمیہ نے مجموع الفتاویٰ میں نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں!

فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ۔ ۲۰

امام ابنِ تیمیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا تنازع اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس بات کا حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو پھر اس کے بعد حکم ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹائیں اس متنازع امر کو اس کا یہی مطلب ہے کی قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا حل تلاش کریں اس پر اتفاق ہو جائے تو عمل کریں تو اس اتفاق اور لوٹانے کی نسبت قرآن کریم نے پھر بھی اللہ اور رسول کی طرف کی ہے تو پتہ چلا کہ اجماع مستقل ایسی دلیل نہیں کہ جس کو قرآن وسنت سے جدا کیا جا سکے یا اس کی حیثیت اس سے چیلنج کی ہو سکے۔ ۲۱

نتائج البحث:

1. منکرینِ اجماع کے شبہاتِ جدیدہ وقدیمہ کو دیکھ یہ بات سامنے آتی ہے کہ دلائلِ شرع کو ہر زمانے میں ردوتنقید کا سامنا رہا ہے ۔
2. ہر زمانے مین اصولیین نے ان شبہات کے جوابات دیئے ہیں ان جوابات میں اصولِ فقہ کے بنیادی قواعد وضوابط اور طرزِ کلام کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔
3. جدید شبہات کا جائزہ لیا جائے تو مستشرقین کے شبہات کی بنیاد تعنت ہے جب کہ عام منکرین خصوصاً برصغیر کے شبہات و اعتراضات کی بنیاد اجماع کی کم فہمی اور ناقص معلومات پر ہے۔
4. جدید شبہات کے لیئے ضروری ہے کہ اولاً ان شبہاتِ جدیدہ کو سمجھا جائے ان کی بنیاد تلاش کی جائے اور اسی اسلوب میں ان کا جواب دیا جائے تا کہ اجماع پر شبہات کا دروازہ بند ہو جائے اس آرٹیکل میں اسی انداز کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔
5. ہر دور کے فقہاءواصولیین کی یہ ذمہ داری رہی ہے کہ اصولِ فقہ پر اٹھنے والے شبہات واعتراضات کو حل کی جائے اور زمانے کے تقاضے کی رعایت کی جائے جیسا کہ جدید شبہات کا اسلوب عام فہم اور سادہ ہے اس آرٹیکل میں ان کے جوابات کا اسلوب بھی عام فہم سادہ اور محاورہ کے مطابق ہے جس سے موجودہ دور میں اجماع کی حجیت کو ثابت کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

ا۔ سورۃ طہ، الآیۃ:٦٤

Surah Ta-Ha, Al-Ayah: 64

٢۔ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، سنن الترمذی، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفى البابي الحلبي ، مصر، 1975م، کتاب الصوم، باب ماجاءلاصیام لمن لم یعزم من اللیل، ج:٣، ص:٩٩، رقم الحدیث:٧٣٠

Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Sunan al-Tirmidhi, Sharikah Maktabah wa Matba'ah Mustafa al-Babi al-Halabi, Egypt, 1975, Vol: 3, P: *99, Hadith No: 730*

٣۔زین الدین. ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح، المکتبہ العصریہ ،الدار النموذجیہ بیروت، صیدا، 1999م، ص:٦٠

Zain al-Din Abu Abdullah Muhammad bin Abi Bakr, Mukhtar al-Sihah, Al-Maktabah al-Asriyyah, Al-Dar al-Namudhajiyah, Beirut, Saida, 1999, P: *60*

٤۔ابنِ ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابنِ ماجہ، دار احیاء الکتب العربیہ، ابواب الفتن ، باب السواد الاعظم، ج:٢، ص١٣٠٣، رقم الحدیث:٣٩٥٠

Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyyah, Vol: 2, P: *1303, Hadith No: 3950*

٥۔۔ راغب اصفہانی ،ابو القاسم ، حسین بن محمد ،المفردات فی غریب القرآن ، دمشق بیروت، دارالقلم ،الدارالشامیہ، ١٤١٢ھ، باب جمع، ج:١، ص:٢٠١

*Raghib Isfahani, Abu al-Qasim, Husayn bin Muhammad, Al-Mufradat fi Gharib al-Qur'an, Damascus Beirut, Dar al-Qalam, Al-Dar al-Shamiyya*h*, 1412 AH, Vol: 1,* P: *201*

٦۔العطار، الشافعی، حسن بن محمد، حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع، دار الکتب العلمیہ ٢ ص٢٠٩

Al-'Attar, Al-Shafi'i, Hasan bin Muhammad, Hashiyah al-'Attar 'ala Sharh al-Jalal al-Mahalli 'ala Jam' al-Jawami', Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Vol: 2, P: *209*

٧۔سورۃ الحجر:٩

Surah Al-Hijr: 9

٨۔المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ، ص١٩٨

Al-Madkhal li Dirasah al-Shari'ah al-Islamiyyah, P: 198

٩۔فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء، ص:١١٠

Fiqh Islami ka Tareekhi Irtiqa, P: 110

١٠۔محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص١٤٥

Muhammad Taqi Amini, Fiqh Islami ka Tareekhi Pas-e-Manzar, P: *145*

١١۔راشد شاز، اسلام میں فقہ کا صحیح مقام، کتاب حل لاہور، باب اصول اربعہ اور تنسیخِ وحی، ص49

Rashid Shaz, Islam mein Fiqh ka Sahih Maqam, Kitab Hal Lahore, Bab Usool Arba'ah aur

Tanseekh-e-Wahi, P: *49*

۱۲۔ شاہ ولی اللہ الدھلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، دار الصحوہ –القاھرہ، 1986، ج:1، ص:183

Shah Waliullah al-Dihlawi, Al-Fawz al-Kabir fi Usool al-Tafsir, Dar al-Sahwah – Cairo, 1986, Vol: 1, P: 183

۱۳۔ القاسمی، محمد جمال الدین بن محمد، محاسن التاویل، دار الکتب العلمیہ -بیروت، 1418ھ، ج1، ص23

Al-Qasimi, Muhammad Jamal al-Din bin Muhammad, Mahasin al-Ta'wil, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah - Beirut, 1418 AH, Vol: 1, P: 23

۱۴۔ اسلام میں فقہ کا صحیح مقام، ص۵۰

Islam mein Fiqh ka Sahih Maqam, P: *50*

۱۵۔ سورۃ الفاطر:۲۸

Surah Al-Fatir: 28

۱۶۔ ڈاکٹر جاوید احمد غامدی، مقامات، المورد ادارہ علم و تحقیق، لاہور، ص:۱۷۳

Dr. Javed Ahmed Ghamidi, Maqamat, Al-Mawrid Idara Ilm-o-Tahqiq, Lahore, P: *173*

۱۷۔ سورۃ المائدہ:۳

Surah Al-Ma'idah: 3

۱۸۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب السواد الاعظم، ج:۲، ص۱۳۰۳، رقم الحدیث:۳۹۵۰

Sunan Ibn Majah, Vol: 2, P: *1303, Hadith No: 3950*

۱۹۔ العطار حسن بن محمد بن محمود، حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع، دار الکتب العلمیۃ، ج۲، ص۲۰۸

Al-'Attar, Hasan bin Muhammad bin Mahmoud, Hashiyato al-'Attar 'ala Sharh al-Jalal al-Mahalli 'ala Jam' al-Jawami', Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Vol: 2, P: *208*

۲۰۔ سورۃ النساء:۵۹

Surah Al-Nisa: 59

۲۱۔ ابن تیمیہ، ابوالعباس ،احمد بن عبدالحلیم، مجموع الفتاوی، الملک فھد لطباعہ المصحف الشریف، المدینہ النبویہ، المملکہ العربیہ السعودیہ، ج:۱۹، ص،۱۹

Ibn Taymiyyah, Abu al-'Abbas, Ahmad bin Abdul-Halim, Majmu' al-Fatawa, Al-Malik Fahd li Tiba'at al-Mushaf al-Sharif, Al-Madinah al-Nabawiyyah, Al-Mamlakah al-Arabiyyah al-Su'udiyyah, Vol: 19, P: *19*